احساس کی دیر میں

نہال تاباں

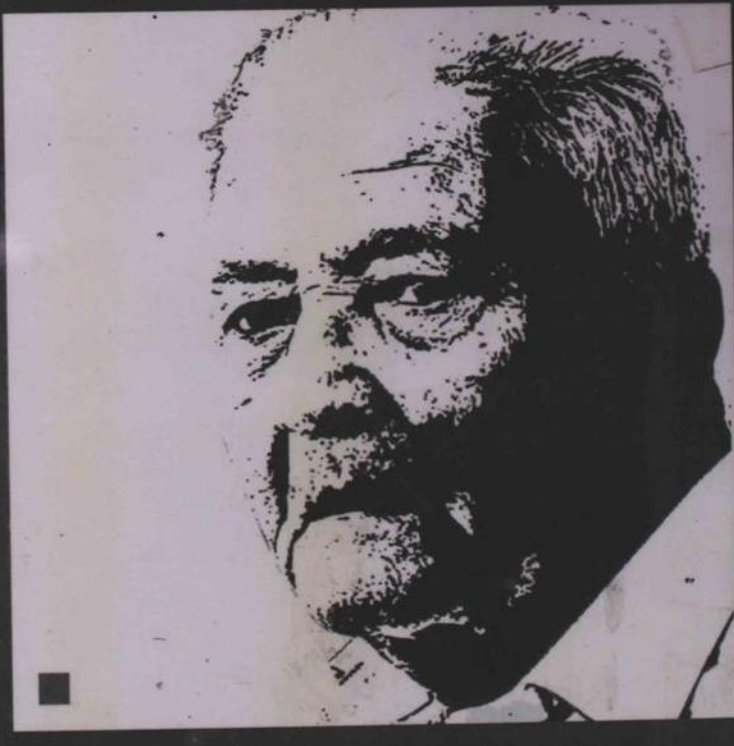

احساس کی لکیریں

نہال تاباںؔ

باقاعدہ ماہانہ وظیفہ بھی دیا کرتے تھے۔میٹرک پاس کر کے میں بمبئی چلا گیا اور رام نرائن لال روئیا کالج میں ایف ،اے میں داخلہ لیا۔اُس زمانے میں جوشؔ ملیح آبادی بمبئی میں فلمی گیت ''من کی جیت'' کے گانے لکھ رہے تھے ''میرے جینا کا دیکھو بھار پاپی''۔نہرو جی کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے فوراً انھیں دلّی بلالیا اور'' آجکل'' ماہ نامہ کا ایڈیٹر بنا دیا۔ساغرؔ نظامی اور ذکیہ سلطانہ ماہنامہ ''ایشیا'' نکال رہے تھے جسکو میں ہر ماہ بڑے شوق سے پڑھتا تھا۔بی.اے.کرنے کے لئے میں اندور کرشچین کالج اندور آگیا۔اندور میں ادیبؔ سہارن پوری، شاداںؔ اندوری،عزیزؔ اندوری اور کاشفؔ سے ملاقاتیں ہونے لگیں۔عمیق حنفیؔ میرے کالج ہی میں پڑھتے تھے اسلئے اُن سے تو روز ملنا جلنا ہوتا تھا۔اک دن کرامت حسین گرلس کالج میں مشاعرہ تھا کیفؔ اور عرشیؔ بھوپالی آئے ہوئے تھے کیفؔ صاحب میری ایک غزل سے بڑے متاثر ہوئے انھوں نے گرلس کالج کا مشاعرہ میری صدارت میں کرا دیا۔کیفؔ صاحب ایسی حرکتیں اکثر کیا کرتے تھے۔کہاں وہ ایک پختہ شاعر اور کہاں میں بی۔اے کا طالب علم۔بہرالحال !اس واقع سے میرے اندر خود اعتمادی تو جاگی۔

بی.اے. پاس کرنے کے بعد ایم.اے. کے لئے لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔اس زمانے میں لکھنؤ شاعروں،ادیبوں اور نقّادوں کا گھر تھا۔مولانا نیاز فتحپوری ''نگار'' نکال رہے تھے آلِ احمد سرورؔ، مسعود حسن خاں اور سید احتشام حسین یونیورسٹی ہی میں پڑھتے تھے۔ان سے تھوڑا تھوڑا رابطہ بھی ہونے لگا میرے ایک دوست شکور جاویدؔ ایک دن محمود آباد ہوسٹل آئے اور کہنے لگے چلو جگرؔ صاحب سے ملوا دوں وہ بھوپال ہاؤس میں ٹھرے ہوئے ہیں۔جاوید صاحب نے میرا تعارف جگرؔ صاحب سے نہال تاباںؔ کرایا۔جگرؔ صاحب نے فرمایا آپ غزل کہتے ہیں؟ میں نے دبی زبان سے کہا جی ہاں۔بس یہ سنتے ہی جگرؔ صاحب نے شعر سنانے کی فرمائش کر دی میں

جب کہ طوفان لئے رقص کرے گا ساون
موسلا دھار پھواروں کی گرے گی چلمن
کوندا لپکے گا ہواؤں میں چلے گی سَن سَن
پانی ہی پانی نظر آئے گا آنگن آنگن
ایک کونے میں کھڑی خوف سے تھرّاؤ گی
تم ہر ایک شے میں کسی شے کی کمی پاؤ گی

کپکپاتے ہوئے جاڑوں کی حسیں راتوں میں
میرے ہاتھوں کی حرارت کا خیال آئے گا
آمد فصلِ بہاراں کا خیال آتے ہی
رات بھر میری محبت کا خیال آئے گا
ساغرِ ناب کی مانند چھلک جاؤ گی
اور بھی ایسے کئی تاج محل ڈھاؤ گی

جانے کیوں نیناں روتے ہیں۔۔۔

شام ڈھلے گاؤں کے باہر
نیم کے نیچے اک پتّھر پر
جب بھی ہم بیٹھے ہوتے ہیں
جانے کیوں نیناں روتے ہیں ؟

رات گئے چپ چاپ کھڑا ہوں
جانے کیا کیا سوچ رہا ہوں
سوچ جہاں گھرے ہوتے ہیں
جانے کیوں نینا ں روتے ہیں ؟

چہروں پہ غم کے گُل بوٹے
دبلے پتلے بھوک سے ٹوٹے
جب بوڑھے پتھر ڈھوتے ہیں
جانے کیوں نینا ں روتے ہیں ؟

دیپ جلے بستر پر بچّے
پیار کے بھوکے نیند کے کچّے
جب روتے روتے سوتے ہیں
جانے کیوں نینا ں روتے ہیں ؟

☆

کیوں دیر ہوئی اسکی شکایت مت کر
اللہ کی مرضی سے بغاوت مت کر
وہ اپنے مطابق ہی کرے گا سب کام
جب کام میں دیری ہو تو عجلت مت کر

پیارے وطن

میرے پیارے وطن ، میرے پیارے وطن
تیری دھرتی کو جھولا جھلائے گگن

تیری مٹّی کی خوشبو مرے گیت میں
تیرے جھرنوں کی لے میرے سنگیت میں
تیری زلفوں سے مہکی ہے فکرِ سخن
میرے پیارے وطن ، میرے پیارے وطن

پربتوں پر براجے ہوئے دیوتا
برگدی چھاؤں میں سادھوؤں کی کتھا
تجھ سے زندہ ہے تہذیب کا بانکپن
میرے پیارے وطن ، میرے پیارے وطن

زخم کے پھول کو مہکائیں بہاروں کی طرح
ایک ہو کر اڑیں سارس کی قطاروں کی طرح
صبح سورج کی طرح نور بکھیریں سب پر
رات آئے تو چمکتے رہیں تاروں کی طرح
سب کہو ظلم سے ڈرتے ہیں نہ گھبراتے ہیں
ہم محمدؐ کے نواسوں کی قسم کھاتے ہیں

☆

زاہد ایمان کھو رہا ہے
نفرت کے بیج بو رہا ہے
تہمت کی پھیر چکا ہے تسبیح
غیبت کا وظیفہ ہو رہا ہے

سر ہے تاجِ ہمالہ سنبھالے ہوئے
پاؤں لنکا کی پازیب ڈالے ہوئے
جسم کی جوت سے بھیک مانگے کرن
میرے پیارے وطن ، میرے پیارے وطن

شہر یوں ہی ترے جگمگاتے رہیں
گاؤں مٹّی سے سونا اگاتے رہیں
روز بڑھتی رہے رونقِ انجمن
میرے پیارے وطن ، میرے پیارے وطن

کوئی پیڑ نہیں روتا ہے

آندھی آئی پانی برسا
پھول گرے اور غنچے ٹوٹے
پت جھڑ کا موسم آتے ہی
برسوں کے سب ساتھی چھوٹے
اتنا سب کچھ ہونے پر بھی
کوئی پیڑ نہیں روتا ہے

آری لوگ چلائیں سر پر
پتّی توڑے پتّی والا
اور لکڑھاروں نے چڑھکر
پیڑوں کو زخمی کر ڈالا
اتنا سب کچھ ہونے پر بھی
کوئی پیڑ نہیں روتا ہے

پھل بے دام دیئے پیڑوں نے
ہم نے اس کے دام لگائے
اور کبھی رس دار پھلوں پر
بچّوں نے پتھر برسائے
اتنا سب کچھ ہونے پر بھی
کوئی پیڑ نہیں روتا ہے

چپ ہوں میں اور سوچ رہا ہوں
ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر
کیوں غمگین رہا کرتے ہیں
کوئی پیڑ نہیں روتا ہے

☆

عید

پہلے بار لگا جیون میں
کوئی نہیں ہے دکھ کا ساتھی
اتنے سارے لوگ تھے پھر بھی
میں نے عید اکیلے کاٹی

سوچ رہا ہوں سامنے تیرے
یادوں کی پھلواری ہوگی
دور کسی پردیس میں تو نے
کیسے عید گذاری ہو گی

غربت کے ایسے عالم میں
کون دوپٹہ لایا ہوگا
اس افراتفری میں تو نے
سوٹ کہاں سے پایا ہوگا

چُوڑی ، بندے ، عید کے تحفے
لیکر یادیں، آئیں ہونگی
اپنے من ہی من میں تو نے
دودھ سوئیاں کھائی ہونگی

پانی پینا کھانا کھانا
بھول گئی ہوگی باتوں میں
دن میں اک الجھن سی ہوگی
نیند اُڑی ہوگی راتوں میں

کوئی خبر نہ چٹھی پاتی
دل میں تھی افسوس اداسی
اب ایسے عالم میں تاباںؔ
کیا منھ لیکر عید مناتے
جانے والے روٹھ نہ جاتے

پہلی بار لگا جیون میں
کوئی نہیں ہے دکھ کا ساتھی
میں نے عید اکیلے کاٹی

☆

پسینہ پسینہ ہوگیا میں نے کہا حضور تو خود شہنشاہ غزل ہیں میں آپ کو کیا سناؤں، کہنے لگے نہیں آپ غزل سنایئے۔ان کے اسرار میں بے حد خلوص تھا اور برتری یا توہین کا شائبہ تک نہ تھا۔لہٰذا میں نے رو دھو کے ایک غزل سنائی۔وہ بالکل خاموش بیٹھے رہے جب غزل ختم ہوئی تو دوسری غزل کی فرمائش کردی پھر وہ ختم ہوئی تو تیسری غزل بنانے کو کہا اور وہ یہ سب غزلیں بغیر کسی آہ یا واہ کے بڑی خاموشی سے سنتے رہے اب تین غزلیں سنانے کے بعد میں قدرے اُن سے کچھ بیباک ہوگیا۔ میں نے پوچھا آپ نے میری لگاتار تین غزلیں کیوں سنیں؟ مسکرا کے کہنے لگے میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارا ہی رنگ ہے یا کسی دوسرے کا۔ میں نے کہا کس کا رنگ لگا آپ کو؟ جگر صاحب نے کہا آپ ہی کا رنگ ہے۔اتنا سننا تھا کہ میں نے اپنی تازہ غزل کا پرچہ جیب سے نکالا اور انھیں برائے اصلاح دیا۔جگر صاحب بولے تمہاری شیروانی کا رنگ کیا ہے؟ میں نے کہا سفید۔اور میری شیروانی کا رنگ؟ میں نے کہا کالا، تو پھر اس کالے رنگ کا ٹکڑا آپ کی سفید شیروانی میں لگادوں تو کیسا لگے گا، میں نے کہا برا۔جگر صاحب نے کہا بس اسی طرح جب تک ''بہار'' کا لفظ لغت میں ہے اس وقت تک وہ سب کا ہے لیکن جب ''بہار'' کا لفظ میں تمہارے شعر میں رکھ دیتا ہوں تو وہ میرا ہو جائے گا۔اِس سے آپکی صلاحیتیں سلب ہو جائیں گی، بیساکھی پر چلنا سیکھ جاؤ گے اور احساس کمتری کا شکار بھی ہو گے۔ہاں جب بھی ملو تو مجھے شعر سنا دیا کرو جو لفظ مجھے اچھا نہیں لگے گا بتا دوں گا پھر ماننا نہ ماننا آپکے اختیار میں ہے۔

پس اسکے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ کسی کو استاد نہیں بناؤں گا۔آج ۴۰۔۵۰ سال شعر کہتے ہو گئے ہیں نہ میرا کوئی استاد ہے اور نہ ہی کوئی شاگرد۔''اپنی روش کا تنہا مسافر''۔لیکن ہاں اگر کوئی تنقید کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے تو فوراً مان لیتا ہوں لیکن اگر کوئی تنقید سمجھ سے پرے ہوتی ہے تو مانتا بھی نہیں ہوں۔

گیت

سپنوں کا اڑتا آنچل تھا ، جب ساجن گھر آئے
پنکھوں کے نیچے بادل تھا ، جب ساجن گھر آئے

جو آنکھوں آنکھوں میں اچانک ، ہو جاتی تھیں ساجن سے
ان باتوں کا نام غزل تھا ، جب ساجن گھر آئے

گاؤں گاؤں ، گلیوں گلیوں ، ہیرے موتی بکھرے تھے
پنگھٹ پنگھٹ گنگا جل تھا ، جب ساجن گھر آئے

آنکھ مچولی کھیل رہی تھی ، امیدوں کی دیپ شکھا
پارے جیسا من چنچل تھا ، جب ساجن گھر آئے

اب تو ہر محفل میں تاباںؔ سناٹا سا لگتا ہے
پہلے جنگل میں منگل تھا ، جب ساجن گھر آئے

☆

تلاش

نہ جانے کیوں فضا اتنی حسین ہے
کہ رنج و غم کا سایا تک نہیں ہے
یہ احساس مسلسل ہو رہا ہے　　مرا دل جیسے پاگل ہو رہا ہے
لبوں پر لے اترنے پر تلی ہے　　نظر بھی رقص کرنے پر تلی ہے
جہاں کا ذرّہ ذرّہ دھل گیا ہے　　ابھی پانی برس کر کھل گیا ہے
نکل آئی ہے سورج کی سواری　　ہوا ہے نور کا فوارہ جاری
ملائم دھوپ دل گرما رہی ہے　　سحر ساغر لنڈھا رہی ہے
دریچے میں کوئی لڑکی کھڑی ہے　　بڑی باریک سی چلمن پڑی ہے
گرے ہے زلف سے رہ رہ کے پانی　　ٹھٹھک کر جیسے چلتی ہو جوانی
سڑک پر کوئی گاتا جا رہا ہے　　کہ ساجن آؤ ساون جا رہا ہے
رسیلے گیت کی مغموم آہٹ　　بدن کو دے گئی اک تھرتھراہٹ
نہ جانے دفعتاً کیا یاد آیا　　کہ فانوسِ تصور ٹمٹمایا
اسی کے گیت میں کھونے لگا ہوں
ابھی ہنستا تھا پھر رونے لگا ہوں

آس

وہیں تم سے میری ملاقات ہوگی

زمیں کو جہاں آسماں چومتا ہے
جہاں بادلوں کا پرا گھومتا ہے
چراغوں کی لَو کا دھواں جھومتا ہے
جہاں نور و نکہت کی برسات ہوگی
وہیں تم سے میری ملاقات ہوگی

بھٹکتے ہوئے زندگی کی طلب میں
سمیٹے ہوئے غم خوشی کی طلب میں
اندھیرے لئے روشنی کی طلب میں
بیاباں جنگل میں جب رات ہو گی
وہیں تم سے میری ملاقات ہوگی

وہ پچھلے پہر ڈوبتی چاندنی میں
صبا سانس روکے ہوئے ہر کلی میں
فضا ساری ڈوبی ہوئی خامشی میں
گلے مل کے جس دم جدا رات ہوگی
وہیں تم سے میری ملاقات ہوگی

جہاں پر کوئی دیدۂ نم نہ ہو گا
جہاں پر کسی کو کوئی غم نہ ہو گا
جہاں پر کسی سے کوئی کم نہ ہو گا
جہاں پیار کرنا بڑی بات ہوگی
وہیں تم سے میری ملاقات ہوگی

سونے بازار

سونے بازار ہیں اور چاند نکل آیا ہے
دن کی روندی ہوئی دھرتی کے چمکتے ذرّے
اپنی آنکھوں میں حسیں خواب لئے بیٹھے ہیں
تختے دوکانوں کے ہونٹے کو سئے بیٹھے ہیں
ایک اک بند ہیں اس وقت دکانوں کے کواڑ
ایک اک دَر ہے مقفّل بڑی تنہائی ہے
رینگتے سائے کسی چور کی مانند ۔۔۔مگر
چڑھتے جاتے ہیں حسیں آہنی دیواروں پر
دور تک راہ ہے ناگن کی طرح بل کھائی
پیڑ چپ چاپ سر راہ کھڑے ہیں جیسے
کوئی یونان کا بُت ، مصر کے جیسے اہرام
اپنی بے خواب نگاہوں سے جہاں تکتے
گھنٹہ گھر ہے کہ شہنشاہوں کی عظمت کا نشاں

ٹن سے بجتا ہے تو احساس میں پڑتا ہے شگاف
اور فضاؤں میں یہ آواز کے ترچھے سے خطوط
دور تک تیرتے۔ زلفوں کی طرح لہراتے
جانے کس خواب کی وادی میں چلے جاتے ہیں

یہ جگہ وہ ہے جہاں شام کو جانے کتنے
اجنبی پیر پڑے تھے کئی لوگ آئے تھے
شہر کا حسن سرِ راہ اٹھا لائے تھے

کل انہیں راہوں پر پھر آ کے چلے گی دنیا
آج کا چاند یہاں کل بھی نظر آئے گا
پھر وہی شام کے ہونٹوں پہ ہنسی آئے گی
شب میں لیکن وہی پھر مردنی چھا جائے گی

سونے بازار ہیں اور چاند نکل آیا ہے

تانتیا ٹوپے کی سمادھی پر

آج تیری سمادھی پہ آیا ہوں
اے بہادر سپاہی ، شہیدِ وطن
تونے روشن کیا تھا جو ننّھا دیا
آج ہے اس کی لَو انجمن انجمن
گھومتے پھر رہے ہیں گھٹا کی طرح
آج آزاد ہیں ہم ہوا کی طرح
میں دلانے کو آیا ہوں اسکا یقیں
خوں ترا آستینوں میں محفوظ ہے
تیرا جوش شہادت ، ترا ولولہ
ہم جوانوں کے سینے میں محفوظ ہے
ہم بھی تیری طرح اس چمن کے لئے
جان دے دیں گے اپنے وطن کے لئے

اکیلی

جگ جگ بیتے نیناں ریتے
تن کا پنجرہ ٹوٹا سگرہ
من کا پل پل پنچھی بیکل
دیکھ رہا ہے آس لگائے ۔ تم نہیں آئے

دوارے دوارے ہاتھ پسارے
پھرتی رہی میں چلتی رہی میں
اَنکھین ، انکھیں نیر چھپائے
تم نہیں آئے تم نہیں آئے

بھور کے درشن کر لے ابھاگن
یاد کے من پر برسے پتھر
اڑ گئی نندیا گر گئی بندیا
ساری رتیاں کھول کوریاں
تکتی رہی ہیں دیپ جلائے۔ تم نہیں آئے

دو پیپل کے پتّے

اک دن دو پیپل کے پتّے
آپس میں یوں بول رہے تھے
روز ہوا کے جھونکے آکر
کرتے ہیں گستاخی ہم سے
سردی جسم کنپا دیتی ہے
گرمی بھی جھلسا دیتی ہے
کیوں نہ ہم شاخوں سے گر کر
اپنی اپنی جان چھڑائیں
دھرتی پر آرام سے لیٹیں
خاک کو اپنا فرش بنائیں
سوچ کے یہ دونوں کے دونوں
خاک پہ آخر آن براجے

لیکن پھر اک جھونکا آیا
جس نے ہوا میں ان کو اڑایا
اڑتے اڑتے پیہم دونوں
ہو گئے آخر پیڑ سے اونچے
ان میں سے اک پتہ بولا
یہ ہم لوگ کہاں جاتے ہیں

☆

رنگین مزاجی کا ہنر رکھتے ہیں
پل پل میں زمانے کی خبر رکھتے ہیں
جھکتے تو ہیں اللہ کے آگے لیکن
حوروں کی جوانی پہ نظر رکھتے ہیں

کانپور وکالت پڑھنے آیا تو نشورؔ واحدی، فناؔ نظامی، کوثرؔ جائسی وغیرہ سے اُن کے گھر جا کر یا پھر گرانڈ ہوٹل مول گنج میں بیٹھ کر مدتوں ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ غرض یہ کہ شہروں شہروں تعلیمی سلسلے میں بھٹکتا رہا اور اِن ہستیوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں ۔ میں سچ کہتا ہوں پٹیوں پر بیٹھ کر میں نے جو سیکھا ہے وہ شاید بڑی بڑی کتابیں پڑھ کر بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

یوں ہی آئی تو نہیں کام و دہن کی تہذیب
مدتوں تربیت پیر مغاں پائی ہے

مجھے فخر ہے کہ مجازؔ سے لیکر فراقؔ تک کی صحبتوں کا شرف حاصل ہوا ہے۔ فراقؔ پر میں نے ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''فراق ایک مطالعہ اور جائزہ'' لکھی ہے جس پر فراق نے مجھے دو صفحات خود لکھ کے دئے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ یہ سب بیان کرنے سے میرا مطلب اپنی بزرگی اور قابلیت کا سکہ بٹھانا نہیں، میں تو دل کی باتیں کہتا ہوں شاید اہلِ ذوق اپنی محرومیوں کی دھڑکنیں اور مسرتوں کی گونج میری شاعری میں محسوس کو سکیں۔

خونِ شہیدانِ کربلا

تم نے دھوکے سے بلایا تو بلایا کیسے
پھر بلائے ہوئے مہمان کو لوٹا کیسے
تیر اصغرؓ پہ چلایا تو چلایا کیسے
تم سے دیکھا گیا معصوم تڑپتا کیسے
سب کو اس وعدہ خلافی کی خبر ہو کے رہی
تم نے روکا تو بہت پھر بھی سحر ہو کے رہی

☆

خاک پہ گر کے لہو گل کی رگوں تک دوڑا
حوصلہ بن کے جوانوں کی نسوں تک دوڑا
لے کے قندیل اندھیروں کی حدوں تک دوڑا
اور اندھیروں سے چراغوں کی لووٴں تک دوڑا
آسمانوں پہ گیا ، کاہکشاں تک پہنچا
ابنِ حیدر کا لہو جانے کہاں تک پہنچا

☆

زخم کے پھول کو مہکائیں بہاروں کی طرح
ایک ہو کر اڑیں سارس کی قطاروں کی طرح
صبح سورج کی طرح نور بکھیریں سب پر
رات آئے تو چمکتے رہیں تاروں کی طرح
سب کہو ظلم سے ڈرتے ہیں نہ گھبراتے ہیں
ہم محمدؐ کے نواسوں کی قسم کھاتے ہیں

☆

زاہد ایمان کھو رہا ہے
نفرت کے بیج بو رہا ہے
تہمت کی پھیر چکا ہے تسبیح
غیبت کا وظیفہ ہو رہا ہے

ہم سب ایک ہیں

گھنگھور ساون کی جھڑی
یہ ماہیہ ، یہ پوربی
یہ کارتک کی چاندنی
یہ رُت بسنتی چمپئی
رم جھم یہ بوندوں کی لڑی
کہتی ہے ہم سب ایک ہیں

سادھو کی بانی کی چمک
نانک کے شہدوں کی مہک
خسروؒ کی دو سخنی لچک
اور کرشن کی یہ بانسری
کہتی ہے ہم سب ایک ہیں

شامِ اودھ کی دلکشی
یہ جودھا بائی اکبری
اور خوبصورت پدمنی
ان سب کی مشترکہ ہنسی
کہتی ہے ہم سب ایک ہیں

قوالیوں کا سلسلہ
بھجنوں سے کچھ ملتا ہوا
ہندی تمدّن نے رنگا
چشتیؒ کا کُرتا جو گیا
چو پائیوں میں فارسی
کہتی ہے ہم سب ایک ہیں

نفرت کی باتیں ہر قدم
انسانیت کی بات کم
ہے آج کل کی زندگی

خونریزیوں کا ایلبم
لیکن محبت کی پری
کہتی ہے ہم سب ایک ہیں

سکھوں کی پستک میں نہاں
گنج شکر کی کافیاں
اور شاہِ دارا کی زباں
اُپ نے شدوں کا ترجماں
دوہا ولی میں فارسی
کہتی ہے ہم سب ایک ہیں

یہ لشکری اردو زباں
فخرِ وطن فخرِ جہاں
اور یہ ترانوں کی کماں
لے کاریوں کی بجلیاں
رقاصہ کتّھا کلی
کہتی ہے ہم سب ایک ہیں

تیری یاد بہت آتی ہے

گھر والوں کی ہٹ دھرمی سے من اندر سے جل جاتا ہے
جب بھی کوئی خاص سبب سے آنا جانا ٹل جاتا ہے
بے چینی سی ہو جاتی ہے تیری یاد بہت آتی ہے

غم اپنا ادھیکار سمجھ کر سو سو رنگ بدلتا ہوگا
لیکن مجبوری کا پیکر ، دھوپ میں پیدل چلتا ہوگا
روز طبیعت گھبراتی ہے تیری یاد بہت آتی ہے

بن تیرے میرے ہمراہی سونا سا جیون ہے میرا
کوئی میرے ساتھ نہیں ہے صرف اکیلا پن ہے میرا
صورت کوئی نہیں بھاتی ہے تیری یاد بہت آتی ہے

''اسمنجس'' کی دھول سے دل کا دھندلا درپن ہو جاتا ہے
اک کمرے میں بیٹھے بیٹھے نیرس جیون ہو جاتا ہے
''آتسکتا'' بھی تھک جاتی ہے تیری یاد بہت آتی ہے

وقت کا یہ آدیش ہوا ہے ظلم سہو اور لب نہ ہلاؤ
ایسے بات بنے گی کیسے بولو ! بولو! کچھ تو بتاؤ
بات پہ بات کہی جاتی ہے تیری یاد بہت آتی ہے

نہ وہ ٹھنڈی راتیں نہ وہ تیری پھول سی باتیں
نہ وہ لمبے دن گرمی کے نہ بھیگی بھیگی برساتیں
نہ کوئی چٹھی پاتی ہے تیری یاد بہت آتی ہے

☆

زیست افکار سے مجروح ہوئی جاتی ہے
خواب کو لوگ سمجھتے ہیں کہ بیداری ہے
روح کو تازہ کرو میرے جلیس و ہمدم
آج انساں پہ رقابت کا جنوں طاری ہے

شاعروں سے خطاب

اچھا شاعر ہو، کہاں رہتے ہو، کیوں آئے ہو
اپنے فرسودہ خیالوں کا جنازہ لے کر
مدّتیں ہو گئیں پیتے ہوئے آنکھوں سے شراب
اب نئے اور کسی جام کی باتیں !چھیڑو
ہم نے مانا کہ بہت خوب ہے عورت کا جمال
اس کا اِک ایک خطِ جسم ہے قدرت کا کمال
لیکن اے دوست مرے دوست سمجھ لو اتنا
حسن عورت کے بدن ہی میں گرفتار نہیں
زندگی حسن ہے اور حسن عیاں ہوتا ہے
میں تو کہتا ہوں اگر غور سے دیکھا جائے
ہر شہادت میں بھی اک حسن نہاں ہوتا ہے
آبشاروں کا ترنم یہ پہاڑوں کا جلال
مختلف حسن کے بکھرے ہوئے افسانے ہیں
عکس اشجار کا دریا میں نہیں ہے رقصاں
آئینہ خانوں میں ٹھہرے ہوئے دیوانے ہیں

کتاب

کتاب کھولئے پڑھئے کچھ آگہی کے لئے
کہ آج علم ضروری ہے زندگی کے لئے
اسی سفیر نے عالم کو آگہی دی ہے
اسی چراغ نے دنیا کو روشنی دی ہے
اسی چمن میں کئی پھول مسکراتے ہیں
ندی تو کیا ہے سمندر بھی ڈوب جاتے ہیں
ازل سے اسکی محبت سے آشنائی ہے
یہ بھیگی ہوئی پلکیں نچوڑ لائی ہے
اسی کی اوٹ میں چھپ چھپ کے ہیر روتی ہے
اسی کی چھاؤں میں پاگل پریت سوتی ہے
اس انجمن میں ہلاکو کے ہونٹ سلتے ہیں
ادب سے بیٹھے ہوئے بادشاہ ملتے ہیں

اس آئینے کو تمدّن کی آبرو کہہ لو
یا ایک شہر جسے شہر آرزو کہہ لو

یہ سارے رمز کے پردے اٹھانے لگتی ہے
یہ دل کی بات ہر اک کو سنانے لگتی ہے

اسی کی آنکھ سے آنکھیں دکھائی دیتی ہیں
اسی مقام سے راہیں دکھائی دیتی ہیں

لپٹ کے اونگنے لگتی ہے ماہ پاروں سے
یہ جا کے ٹھوکریں کھائی ہے شیر خواروں سے

خدا کی ذات نے شہرت اسی سے پائی ہے
یہ اس زمیں پہ پیمبر کے ساتھ آئی ہے

☆

روتی ہوئی، ہنستی ہوئی، گاتی دنیا
چُھٹ جائے گی یہ شور مچاتی دنیا
اے آنکھ تو جی بھر کے نظارہ کر لے
کچھ دیر کی مہمان ہے جاتی دنیا

احساس کی لکیریں

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	یاد آگئے سرور	18
2	رباعیات وقطعات	20 تا 36
3	تبسّم کو دل آرائی میں رکھئے	37
4	رس محبت کا گھولئے صاحب	38
5	ساری دنیا نظر آتی ہے ستمگر جیسی	39
6	جب دیکھئے آنکھوں میں کچھ اشک مچلتے ہیں	40
7	کیسی فکریں، کہاں کا رونا ہے	42
8	تم وفادار نہیں راہنما ہو کر بھی	43
9	یوں بھی کبھی کبھی ترا سپنا دکھائی دے	44
10	احساس محبت کو رؤ رؤ کے جگاتے ہیں	46
11	وہ تصور میں آتے رہے، دیر تک	47
12	جانے کیوں ایسا لگتا ہے	48
13	جو طے نہیں ہے وہی طے شدہ لگے ہے مجھے	49

گیت

ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے
ابھی زندگی مستقل امتحاں ہے

ابھی دل سے ہنستا نہیں ہے زمانہ
ابھی تو فقط رسم ہے مسکرانا
سَروں پر تفکّر کا بارِ گراں ہے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

غریبی جوانی کو ڈسنے لگی ہے
ہوس کے شکنجوں میں کسنے لگی ہے
ابھی مستقل بے زبانی زباں ہے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

ابھی دور تک کوئی منزل نہیں ہے
ابھی صرف موجیں ہیں ساحل نہیں ہے
تھکے ہیں مسافر لٹا کارواں ہے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

زمیں چھیننے جارہے ہیں سپاہی
بموں کی زد وں میں ہے ساری خدائی
یہاں سے وہاں تک دھواں ہی دھواں ہے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

ابھی لوگ زندہ جلائے گئے ہیں
سڑک پر کٹے سر سجائے گئے ہیں
وہ دیکھو جلی بستیوں کا دھواں ہے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

مصیبت زمانے کی پیچھے پڑی ہے
نئی نسل سڑکوں پہ بھوکی کھڑی ہے
زمیں پہ سلگتا ہوا آسماں ہے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

کہیں پر ہیں صوبوں، زبانوں کے جھگڑے
کہیں مندروں کے اذانوں کے جھگڑے
یہ دنیا ابھی تک جہاں تھی وہاں ہے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

خموشی کو آواز دے کر ہنسوں گا
غموں کو نیا ساز دیکر ہنسوں گا
امنگیں اگر زندگی بن کے آئیں
اگر ہچکیاں بانسری بن کے آئیں
تو ہم بھی کوئی گیت گانے لگیں گے
ابھی گیت گانے کا موسم کہاں ہے

☆

زندگی کے روپ

زندگی روپ اپنا بدلتی رہی
شمع جلتی رہی ،رات ڈھلتی رہی

جو نمی تھی وہ سوکھی ہوا لے گئی
پھول کی خوشبوؤں کو صبا لے گئی
سوکھے پتوں کا یہ بَن کہاں چل دیا
گھاس کا یہ ہرا پن کہاں چل دیا
سرکھرچتی ہے لو پھاوڑے کی طرح
میگھ آتے ہیں خالی گھڑے کی طرح
سخت مٹھی ہوئی بھُر بھُری دھوپ سے
ایک اک چیز جلنے لگی دھوپ سے

منڈیوں کی طرف گاڑیوں میں لدے
آخری بورے گیہوں کے جانے لگے
کیا سنائیں کتھا، کچھ بچا ہی نہیں
ایک سنّاٹا گاؤں کے ہر گھر گیا
بھوت زندہ ہوا، آدمی مر گیا

بھوک سے تنگ آ کر کئی لوگ تو
پیڑ کی پتّیاں تک چبانے لگے
زندگی روپ اپنا بدلتی رہی
شمع جلتی رہی ،رات ڈھلتی رہی

ساون آیا تو جنگل مہکنے لگے
من میں خوشیاں جگیں، دل دھڑکنے لگا
پاؤں چوپال کی سمت بڑھنے لگا
گاؤں گاؤں میں ڈھولک بجی رات بھر
ناچے سب لوگ، مردنگ کی تھاپ پر
پوپھٹی اور بجنے لگی پائلیں
میلے بھرنے لگے، جھولے گڑنے لگے
جسم گدرائے، شرما گئے پیار سے
جھک گئیں دھان کی بالیاں بھار سے
زندگی روپ اپنا بدلتی رہی
شمع جلتی رہی، رات ڈھلتی رہی

متفرق اشعار

جوش ہو دل میں مگر جوشِ جوانی نہ رہے
ناوٗ پانی میں رہے ناوٗ میں پانیؔ نہ رہے

جو سُر کے ساتھ اگر محویت کا عالم ہو
ستارے ٹوٹنے لگتے ہیں آسمانوں سے

گونجتی آواز سے محسوس ہوتا ہے ہمیں
ہم نے ہی آواز دی اور ہم ہی پکارے بھی گئے

سورج کو اگر تاباںؔ سورج کوئی کہ دے تو
اسمیں کسی دیپک کی توہین نہیں ہوتی

گل کی موجودگی ہی سب کچھ ہے
پھول سے مہربانیاں کیسی

عقل سے رنگ تغزل کو سمجھنے والو
شعر سمجھے نہیں محسوس کیئے جاتے ہیں

برسوں پہلے ایک ہوا تھا جسکی یاد ابھی تک ہے
اسکے بعد ہوا تو لیکن جھوٹا سچا عشق ہوا

شخصیت کھوکھلی نہ ہو جائے
آپ کو بولنے کی عادت ہے

ہائے رے آغازِ الفت میں جوانی کے مزے
چلچلاتی دھوپ میں آب روانی کے مزے

اوب کر آبادیوں سے دشت میں پہنچے مگر
دشت نے پوچھا کہاں جاؤ گے اس کے بعد تم

یوں بار بار اتنے سلیقے سے گفتگو
یہ کہ رہی ہے تم کو محبت نہیں رہی

اس نے جیسا ہمیں کھینچا سو کھنچے ہیں تاباںؔ
ہم ہیں کاغذ پہ بنائی ہوئی ریکھا کے سمان

پاکدامانی پہ گلشن کی فضا کو ناز تھا
چند آوازیں اٹھیں اورعطر برسانے لگیں

خموشی، قابلیت کی نہیں ہے
یہ زعم قابلیت ہے میاں جی

تَن پہ گرتی ہوئی بوندوں نے خبر دی تاباںؔ
ہوگئے آج یہ کمسن بھی سیانے کتنے

سوکھے ہوئے چہرے کہیں الجھی ہوئی زلفیں
اِن لوگوں کو جینے کی ادا بھی نہیں آتی

تلاش

روئی سے بنتے ہیں دھاگے
دھاگوں سے کپڑا بنتا ہے
جب کپڑا تیار ہوا تو
اِک دوجے کے ساتھ نہیں تھے
کپڑا تھا، اور روئی غائب تھی

سپنے

کچھ سپنے پورے ہوتے ہیں
کچھ رستے میں مَر جاتے ہیں
کچھ سپنے جھوٹے ہوتے ہیں
کچھ کو میں دھوکا دیتا ہوں
کچھ سپنوں کو قبر میں گاڑا
اور جو باقی ہیں سب مل کر
قبر میں اَب مجھ کو گاڑیں گے

لوگ موقع شناس ہوتے ہیں
ناؤ منجدھار میں ڈبوتے ہیں
دیکھ کر بے سہارا عورت کو
بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے ہیں

ہر ایک مصیبت کو اُٹھاتے رہیے
منزل کی طرف پاؤں بڑھاتے رہئیے
اَب اسکے سوا اور نہیں ہے چارہ
چلتے رہئیے ٹھوکریں کھاتے رہئیے

وہ فکر وہ بینائی نہیں ہوتی ہے
غزلوں میں وہ رعنائی نہیں ہوتی ہے
اشعار میں الفاظ چنندہ رکھو
پھیلاؤ میں گہرائی نہیں ہوتی ہے

14	ہم نے اپنی نظر جھکا لی ہے	50
15	رنگ دنیا مری نگاہ میں ہے	51
16	دیا وفا کا جلانا ہے دیکھئے کیا ہو	52
17	ٹھنڈی ٹھنڈی تیز ہوا ہے	53
18	مضطرب ذہن میں افکار ہیں آخر کتنے	54
19	سر سے پا تک لگے ہے تو خوشبو	55
20	ملتی ہے کیسی جرم وسزا ہم سے پوچھئے	56
21	کہیں خوشی ہے کہیں غم ہے کیا کیا جائے	57
22	نئے ثبوت پرانی دلیل پر رکھ دو	58
23	ظالم بھی نہیں، کوئی ستمگر بھی نہیں ہے	59
24	کسی سے پیار نہیں صرف پیار جیسا ہے	60
25	معنی ولفظ کی دوکان کہاں	61
26	کتنا سناٹا ہے تنہائی ہے کچھ بات کرو	62
27	نہ کوئی بات نہ کوئی سوال رکھیں گے	63
28	کسی کے ساتھ ہوا یوں بھی طے سفر میرا	65
29	منزلیں نہیں چلتیں، فاصلہ نہیں چلتا	66
30	دل اتنا ویران نہ دیتے	67

ہستی کو تباہ کر رہے ہیں
پل پل میں گناہ کر رہے ہیں
دولت کی بدولت یہ تماشا دیکھا
بوڑھے بھی نکاح کر رہے ہیں

کس شہر میں یہ جنسِ گراں جائیں
یہ درد، یہ زخموں کی دوکاں لے جائیں
جانے کا ارادہ تو کیا ہے لیکن
حالات خدا جانے کہاں لے جائیں

پھولوں کی چمکا رہے چہرہ خوشیوں سے گلنار ہے چہرہ
مولسری کے پھول کھلے ہیں ہنسنے کو تیار ہے چہرہ
دلچسپی میں ناول جیسا رومانی کردار ہے چہرہ
اُٹھ جاتی ہیں سب کی نظریں اک شاہی دربار ہے چہرہ
نفرت کی چیچک پھیلی ہے دنیا کا بیمار ہے چہرہ
بچ کے رہنا آج بنی سے گھونگھٹ میں تلوار ہے چہرہ
پاس نہ جانا تاباںؔ صاحب
قاتل کا خونخوار ہے چہرہ

احساس کی لکیریں

نہال تاباںؔ

Printed by :
Goutam Printing Press
Lalmati, Jabalpur (M.P.)
©: 2620513, 9826621513

Created by
Urdu Promotion & Creastions
0761-2651786 : 9424357737

31	مجھ کو اب زندگی سے کیا لینا	68
32	من دن بھر گم سم رہتا ہے	69
33	ہر جوان چہرے کو دلکشی نہیں ملتی	71
34	جب سے کہنے لگے ہم غزل	72
35	شباب اور پھر گرمیوں کا مہینہ	73
36	ہیں مستیاں نثار غزل کہہ رہا ہوں میں	74
37	زندگی اب نہیں زندگی کی طرح	75
38	اہل دل چپ ہو گئے اہل زباں چپ ہو گئے	76
39	تار تار کر ڈالا زندگی کا پیراہن	77
40	یہی سب سے بڑی ہے بدنصیبی	78
41	بھولا ہوا سا عہد وفا یاد آ گیا	79
42	بے حس کے لئے دولتِ احساس الم کیا	80
43	یہ شباب یہ ہوس	81
44	ہجومِ ماہ وشاں ہے ذرا سنبھل کر چلو	82
45	عشق و محبت، حسن و جوانی	83
46	محبت میں الزام کیا دیکھتا ہے	84
47	آہٹ سی کوئی آئے تو لگتا ہے کہ تم ہو	86

48	خوشی کے ساتھ مجھے غم کہاں کہاں نہ ملے	88
49	بھیگی ہوئی ہے رات تو آتا نہیں کوئی	89
50	یہ جو پھولوں میں اک اداسی ہے	90
51	اک آگ سی امید کے دامن میں لگی ہے	91
52	وہ جو اک شخص کم سخن سا لگے	92
53	بزم میں ہوتی ہے عیاری بہت	93
54	جب وہ تاباںؔ کے پاس رہتے ہیں	94
55	جا کے خلوت میں وہ آنکھ تر ہو گئی	95

نظمیں

56	یادیں	97
57	جانے نیناں کیوں روتے ہیں	99
58	پیارے وطن	101
59	کوئی پیڑ بنیں روتا ہے	104
60	عید	106
61	گیت	108
62	تلاش	109
63	آس	110

64	سونے بازار	112
65	تانتیا ٹوپے کی سمادھی پر	114
66	اکیلی	115
67	دو پیپل کے پتے	116
68	خونِ شہیدانِ کربلا	118
69	ہم سب ایک ہیں	120
70	تیری یاد بہت آتی ہے	123
71	شاعروں سے خطاب	125
72	کتاب	125
73	گیت	128
74	زندگی کے روپ	131
75	متفرق اشعار	133

یاد آگئے سرور

رات تھوڑی باقی تھی
چاندنی تھی ہلکی سی
دور ایک مسجد کے
مغربی کنارے سے
کان میں اذان آئی
لے کے داستان آئی
یاد آگئے سرور
بولنے لگے پتّھر
لا اِلٰـــہَ اِلّا ھـوُ
لا اِلٰـــہَ اِلّا ھـو

تھی یہی صدا شاید
جو نبی کے ہونٹوں سے

پہلی بار نکلی تھی
لے کے پیار نکلی تھی
اور آج . چودہ سو
سال بیت جانے پر
یہ صدا نہیں بدلی
یہ قرآں نہیں بدلا
یہ فضا نہیں بدلی
اب بھی ریگ زاروں میں
سیل نوری جاری ہے
دور تک تلاوت ہے
دور تک عبادت ہے
یاد آگئے سرور
بھیگنے لگیں پلکیں
بولنے لگے پتّھر
لا اِلٰــــہَ اِلّا ھُــوٗ
لا اِلٰــــہَ اِلّا ھُــوٗ

(مدھیہ پردیش اردو اکادیمی۔ بھوپال کے مالی تعاون سے)

احساس کی لکیریں	نہال تاباںؔ
سرورق	کامتا ساگر
کمپوزنگ	غلام جیلانی
طباعت	دیش بندھو پریس جبلپور
اشاعت کا سال	۲۰۰۸ء
تعداد	پانچ سو
قیمت	ایک سو پچاس روپے
ملنے کا پتہ	ای ۳۱/۱ نیو آنند نگر جبلپور
	غلام حیدر رحمانی
	318۔ساؤتھ موتی نالہ
	جبل پور۔

ہر ظلم کے سر پر کوئی تلوار رہی
ہر جبر کی تقدیر گنہگار رہی
زنجیر نے آزادیاں چھینی لیکن
زنجیر بھی حلقوں میں گرفتار رہی

ہر حال کی قدرت نے رعایت رکھدی
جو شے تھی بصد حسبِ ضرورت رکھدی
بچّوں کو حوادث سے بچانے کے لئے
ماؤں کے کلیجے میں محبت رکھدی

پالنے، پوسنے، پانے لے لئے بیٹھی ہے
پرورش ناز اٹھانے کے لئے بیٹھی ہے
تم گراؤ سہی ایک زمیں پر دانہ
یہ زمیں پھول کھلانے کے لئے بیٹھی ہے

فطرت بھی ہے کس درجہ حسیں نورانی
اڑتے ہوئے طائر ہیں چمکتا پانی
دلھن سی سجی دھجی کھڑی ہیں فصلیں
لہراتا ہے کھیتوں کا دوپٹہ دھانی

ہر بیج میں پنہاں ہیں تقاضے کتنے
پوشیدہ ہیں بڑھنے کے ارادے کتنے
قدرت کے سوا کون بتا سکتا ہے
شاخیں کتنی ہوں گی پتّے کتنے

فطرت کی ہر ایک بات نرالی دیکھی
ہر شے میں یہاں شان جمالی دیکھی
انسان مٹانے پہ تلا ہے لیکن
ہرچیز یہاں پالنے والی دیکھی

انسان کا پندار ہوا کرتا ہے
اک پھول بھی تلوار ہوا کرتا ہے
احساس پہ تولا تو یہ معلوم ہوا
سایہ بھی وزن دار ہوا کرتا ہے

جو سوچتے ہیں ان کی نظر پینی ہے
ان لوگوں سے اک بات مجھے کہنی ہے
یہ سوچ، یہ دلیلیں، یہ بحثیں۔۔
تم نے جو کہا سنا وہ پشتینی ہے

یہ علم ہے کتنا ہمیں معلوم نہیں
قطرہ ہے کہ دریا ہمیں معلوم نہیں
سقراط نے کیا خوب کہا تھا تاباںؔ
معلوم ہے اتنا ہمیں معلوم نہیں

جب زندگی میں دولت و شہرت سے اوب جاؤ
دنیا سے یا کہ نفس کی لذّت سے اوب جاؤ
مسجد کا در کھلا ہے وہاں شرط کچھ نہیں
آؤ اور آ کے دل کے سمندر میں ڈوب جاؤ

دکھ درد کی راہوں سے گذرنے والے
بے موت نہ مر اس طرح مرنے والے
ہر چیز کا اک وقت ہوا کرتا ہے
روٹی بیٹی کی فکر کرنے والے

اے دوست مری بات ذرا تو سن لے
ہر ایک برائی سے سبق لے، گن لے
بدبیں کی طرح سب کی برائی نہ ٹٹول
جھوٹے کی صفائی سے صداقت چن لے

ہر عقل کے پیچھے کوئی سودائی ہے
ہر جہل میں پنہاں کوئی دانائی ہے
یہ وادئی و کہسار سے ملتا ہے ثبوت
جس جا ہے بلندی وہیں گہرائی ہے

سچا جو نہیں موتی ، موتی کی چمک جھوٹی
آلودۂ عصیاں کی ہر شرم و حیا گندی
جو حُسن تماشہ ہو دنیا کے لئے تاباںؔ
ممکن ہی نہیں اس سے اخلاق کی پابندی

دامن جو ہوا چاک تو سینہ آیا
طوفان سے دریا میں سفینہ آیا
غم آئے تو سویا ہوا جاگا احساس
انسان کو جینے کا قرینہ آیا۔۔

دارا کوئی کہتا ہے تو قیصر کوئی
اپنے کو سمجھتا ہے سکندر کوئی
ہے زعم یہی سارے جہاں کو تاباںؔ
دنیا میں نہیں میرے برابر کوئی

دل پھول ہے تم اس کو مسلتے کیوں ہو
احساس کی بھٹی میں سلگتے کیوں ہو
بستر سے جو اٹھّو تو نئے بن کے اٹھو
ہر روز اسی آگ میں جلتے کیوں ہو

آرہی ہے عالم پیری میں یوں بچپن کی یاد
ڈوبتا ملّاح جیسے خواہش ساحل کرے
یا کوئی قیدی قفس کی تیلیوں سے جھانک کر
ماہِ تاباں دیکھنے کی سعئ لا حاصل کرے

بہارو آنسوؤں کے ہار گوندھو
کہ اب رونا ہی دل کی تازگی ہے
"کسی کا درد" ہے عنوان جس کا
وہ میری ہی کتابِ زندگی ہے

لذّتِ دید کا ہر شخص طلبگار سہی
لیکن اس سے تو فقط گرمیٔ بازار نہیں
لاکھوں فطرت کے مناظر بھی حسین ہوتے ہیں
حسن عورت کے بدن ہی میں گرفتار نہیں

وہ مقدس سفید سا چہرہ
جیسے مذہب کے چند پاک اصول
مرمریں جسم دیکھ کر اس کا
کھل گئے باغ میں کپاس کے پھول

اس شوخ کی رفتار کا عالم تاباںؔ
بہتے ہوئے دریا کی روانی جیسے
شانے پہ مچلتے ہوئے ! گیسو توبہ
اڑتی ہوئی پریوں کی کہانی جیسے

شوخی ہے کہ یا دل سے نکلتی ہوئی کرنیں
رفتار کہ ڈگمگ ہوں سمندر میں سفینے
وہ پیکرِ نازک ہے کہ لچکا ہوا ریشم
جوڑے ہیں کہ احساس کے گھومے ہوئے زینے

جو نگاہوں نے لذّتیں پائیں
اس کو کیسے زبان سے کہئے
جانے کیوں اس کو دیکھکر تاباںؔ
جی میں آتا ہے دیکھتے رہئے

شامِ غم اس کی یاد آتی ہے
دن بڑی مشکلوں سے ڈھلتا ہے
سونے تالاب کے کنارے پر
روز مندر میں دیپ جلتا ہے

کاش تیرا وجود لے ہوتا
سازِ دل پر بجا لیا کرتے
جب بھی جی چاہتا غزل کی طرح
ہم تجھے گنگنا لیا کرتے

جسم ہے شانتی کا گھوارہ
آنکھ ہے ایک بولتی مینا
عمر بڑھتی ہے دیکھ کر اس کو
ہائے اس مہ جبیں کا کیا کہنا

زلفیں ہیں کہ ساون کی دھواں دھار گھٹائیں
چہرہ ہے کہ سپنوں کے سنہرے سے جزیرے
قد ہے کہ کسی تان کا اٹھتا ہوا انداز
آنکھیں ہیں کہ مخمل پہ چمکتے ہوئے. ہیرے

ہر راہ کی الجھن کو مٹادے ساقی
ہشیار ہوں دیوانہ بنادے ساقی
احساس کی تلوار نہ جینے دے گی
تھوڑی سی مئے ناب پلا دے ساقی

محبت کے سنہرے خواب دکھلا کر کوئی عاشق
کسی معصوم بے چاری کا یوں دل توڑ جاتا ہے
کہ جیسے میکدے سے جام پی کے کوئی دیوانہ
چلا جاتا ہے اور خالی صراحی چھوڑ جاتا ہے

انتساب

ایک فرشتہ صفت انسان

جناب بے کرشن چودھری صاحب حبیبؔ (مرحوم)

آئی۔اے۔ایس سابق کمشنر ریوا ڈویزن، ریوا

کے نام

جن کے بارے میں جوشؔ ملیح آبادی نے کہا تھا

"جس شخص کو چودھری صاحب سے محبت نہیں

میں اس کو انسان ماننے کے لئے تیار نہیں۔"

یہ کون چلا آیا چمن میں میرے
اک دیپ سا جلنے لگا من میں
پروائیاں چلتی ہیں مری سانسوں میں
کلیاں سی چٹکتی ہیں بدن میں میرے

گود میں ماں کے بیٹھا ہے بچّہ
جیسے مل جائے جنّت بے دام
سر چھپا کے ہے مطمئن ایسے
جیسے آنچل ہو جامۂ احرام

کھانا دینے کی رٹ ہے ساجن کی
خاک ایسے میں آئینہ دیکھے
لگ گئی سر میں زور سے چوکھٹ
تھالی دیکھے کہ راستہ دیکھے

ماں دودھ پلاتی ہے گرا کر آنچل
دھوتی ہے کہ بچّوں کی سہیلی ساڑی
چادر کبھی ہو جاتی ہے رومال کبھی
تن ڈھانکنے والی یہ اکیلی ساڑی

لوگ یوں دور دور رہتے ہیں
غم نصیبوں سے تیرہ بختوں سے
خوف کھائے ہوئے پرند اڑیں
جس طرح رات کو درختوں سے

تصور اشک بن کر گر پڑے گا
ترے بیمار آنکھیں لاکھ موندیں
تھمی برسات میں جیسے اچانک
درختوں سے ٹپک جاتی ہیں بوندیں

وہ گاؤں کی تہذیب کو پالے کیسے
بے پردہ نہ ہونے سے بچا لے کیسے۔۔
اک گود میں بچہ ہے اک انگلی پکڑے
گھونگھٹ کو نکالے تو نکالے کیسے

برفیلی چٹانوں سے نکلتا ہوا چاند
ہنسوں کی قطاروں سے گذرتا ہوا چاند
تنویرِ سحر ہے کہ سنورتی ہوئی رات
حافظ کی غزل ہے کہ نکھرتا ہوا چاند

رات کا وقت ہے درختوں کی
گہری پرچھائیں ہوتی جاتی ہے
سیڑھیوں کے حسین قدموں پر
تھک کے ہر موج سوتی جاتی ہے

دزدیدہ نگاہوں کا پیامِ خاموش
دامانِ محبت سے لپٹ جاتا ہے
بہتا ہے وہی تیز گذر گاہوں سے
پھیلا ہوا پانی جو سمٹ جاتا ہے

یوں چاند کی کرنیں ہیں گھنے سائے میں
کچھ دودھیا نہریں سی بہی ہوں جیسے
کھیتوں میں ہے کچھ اس طرح پودوں کی نمود
فطرت کی مسیں بھیگ رہی ہوں جیسے

جب عبادت گاہ میں تاباںؔ عبادت کے لئے
ہم گئے اور ساتھ میں کچھ غم کے مارے بھی گئے
گونجتی آواز سے محسوس یہ ہونے لگا
ہم نے ہی آواز دی اور ہم پکارے بھی گئے

سرمئی راستوں پہ موجِ صبا
چل رہی ہے مگر اداس اداس
جیسے افکار کی لکیروں پر
زندگی کی شکست کا احساس

فطرت کا بھی اعجاز جدا ہوتا ہے
قدرت کا ہے اک راز جدا ہوتا ہے
مٹی وہی ، پانی بھی وہی ہے لیکن
ہر پھول کا انداز جدا ہوتا ہے

چڑیوں کے لئے آب و ہوا بخشی ہے
دریا۔۔تلے ماہی کو بقا بخشی ہے
فطرت کا یہ فیضان نہیں تو کیا ہے
ہر چیز کی نسبت سے فضا بخشی ہے

آبشاروں کا ترنم یہ پہاڑوں کا جلال
مختلف حسن کے بکھرے ہوئے انسان ہیں
عکس اشجار کا دریا میں نہیں ہے رقصاں
آئینہ خانوں ہیں ٹھہرے ہوئے دیوانے ہیں

فطرت ہی نہیں ہے کہیں خوشبو ٹھہرے
کب پیڑ پہ اڑتے ہوئے جگنو ٹھہرے
یہ عمر رواں' وقت کے بہتے دھارے
کیا لوٹ کے گھر آئیں گے سادھو ٹھہرے

بے دین کی دنیا ہو کہ دینی دنیا
سب وہم و گمان ہے یہ یقینی دنیا
ہنسنے کی ادا سیکھ لو ورنہ تم کو
جینے نہیں دے گی یہ کمینی دنیا

خاک پروانہ کی آمد ہے مرے شہر میں آج
لو میں یہ ہار، یہ پھولوں کی ردا لایا ہوں
خیر مقدم کے لئے گاؤں کے لوگو آؤ
تحفۂ خونِ شہیدانِ وفا، لایا ہوں

قسمت میں بھلا پھیر بدل کیا ہوگا
تدبیر سے تکلیف کا حل کیا ہوگا
ہے کوئی نجومی جو بتائے تاباںؔ
ہم آج کہاں جائیں گے، کل کیا ہوگا

نامرادی، خلش، طرب، طوفاں
جشنِ عیش و نشاط و مستی ہے
ہر طرف ہے نشاط کا عالم
زندگی بھی عجیب بستی ہے

تبسّم کو دل آرائی میں رکھئے
مگر غم دل کی گہرائی میں رکھئے

ہر اک سے کھل کے ملئے دل سے لیکن
کوئی پردہ شناسائی میں رکھئے

چبھے اور چبھ کے دل میں ٹوٹ جائے
اک ایسا تیر انگڑائی میں رکھئے

اکیلے میں جنم لیتے ہیں سپنے
جوانی کو نہ تنہائی میں رکھئے

مراسم اور اپنوں سے مراسم
سنبھل کر پاؤں گہرائی میں رکھئے

نہ جانے کب ہوا چل جائے تاباںؔ
بجھا کر آگ انگنائی میں رکھئے

رس محبت کا گھولئے صاحب
بولئے کچھ تو بولئے صاحب

آپ نے پیار سے پکار ا تو
آپ کے ساتھ ہو لئے صاحب

آنکھ مجبور ہے اندھیروں میں
کوئی سانکل نہ کھولئے صاحب

ہم تھے مجبور اور کیا کرتے
یاد آئی تو رو لئے، صاحب

کھڑکیاں کھولتے ہو کیوں تاباںؔ
دل کا دروازہ کھولئے صاحب

ساری دنیا نظر آتی ہے ستمگر جیسی۔۔
بات کرتے ہیں مگر لوگ پیمبر جیسی

مجھ کو حالات نے رکھا نہ کہیں کا ورنہ
میں نے تقدیر تو پائی تھی سکندر جیسی

اک دہکتا ہوا شعلہ ہوں سراپا غم کا
گھر کے اندر بھی وہی آگ ہے باہر جیسی

سانس لیتا ہوں تو زخموں کے دہن کھلتے ہیں
یوں تو ہستی ہے بظاہر مری پتّھر جیسی

دور تک صبح کے آثار نہیں ہیں تاباںؔ
رات پھیلی ہے ہر اک سمت سمندر جیسی

جب دیکھئے آنکھوں میں کچھ اشک مچلتے ہیں
یہ کیسے مسافر ہیں رکتے ہیں، نہ چلتے ہیں

احساس کی شدّت سے کچھ اشک نکلتے ہیں
یہ برف کے ٹکڑے ہیں، گرمی سے پگھلتے ہیں

خاموش نگاہوں کو معصوم نہ سمجھا کر
سوئی ہوئی موجوں میں طوفان بھی پلتے ہیں

اس زُلف کی ٹھنڈک سے انکار نہیں لیکن
ہم لوگ ہیں دیوانے، انگاروں پہ چلتے ہیں

اے دیکھنے والے تو جی بھر کے نظارہ کر
ہم بھی ترے کوچے سے اک بار نکلتے ہیں

تاریخ جہاں کوئی لکھّے بھی تو کیا لکھّے
صدیوں میں تو انساں کے کردار بدلتے ہیں

دیکھو دلِ تاباںؔ میں گنجائشیں کتنی ہیں
اس فرش پہ رہ کر بھی ہم عرش پہ چلتے ہیں

☆

وہ فکر وہ بینائی نہیں ہوتی ہے
غزلوں میں وہ رعنائی نہیں ہوتی ہے
اشعار میں الفاظ چنندہ رکھو
پھیلاؤ میں گہرائی نہیں ہوتی ہے

کیسی فکریں، کہاں کا رونا ہے
جو بھی ہونا ہے وہ تو ہونا ہے

اسکی یادیں ہیں اس کا رونا ہے
اب یہی اوڑھنا بچھونا ہے

یہ ہوائیں، یہ صبح کا منظر
آج موسم بڑا سلونا ہے

اپنی شہرت کا اپنی دولت کا
سب کے ہاتھوں میں اک کھلونا ہے

زندگی کو ہنسی خوشی کاٹو
یہ نہ سمجھو کہ بوجھ ڈھونا ہے

تاباںؔ یادیں بہت حسین سہی
اس کا غم بھی بڑا سلونا ہے

تم وفادار نہیں راہنما ہو کر بھی
ہم پہ الزام ہے پابندِ وفا ہو کر بھی

ان کے ہنستے ہوئے چہرے کا عجب عالم ہے
وہ خفا بھی نہیں لگتے ہیں، خفا ہو کر بھی

کھا گئے جب سے اجالوں کو اندھیرے یارو
ہم اجالوں کو ترستے ہیں، دیا ہو کر بھی

میری رودادِ الم سن کے پریشاں کیوں ہو
لوگ قصّے کو بھی سنتے ہیں، سنا ہو کر بھی

جانے وہ کون سے عالم میں کہاں ہے تاباںؔ
کچھ بتاتے بھی نہیں لوگ پتہ ہو کر بھی

یوں بھی کبھی کبھی ترا سپنا دکھائی دے
پانی میں جیسے کوئی ستارہ دکھائی دے

اتنا تو کم سے کم رہے جاذب نظر جمال
محفل میں بیٹھ جائے تو تنہا دکھائی دے

میں کیسے مان لوں کہ ہے منزل ابھی قریب
کوئی کہیں چراغ تو جلتا دکھائی دے

اہل جنوں کے فیض سے روشن ہے کائنات
ورنہ گلی گلی میں اندھیرا دکھائی دے

جا کر کسے سناؤں دلِ غمزدہ کا حال
کوئی تو اس دیار میں اپنا دکھائی دے

تسلیم ! سب گناہ مجھے ناصحا' مگر
لاؤ کوئی جو دودھ کا دھویا دکھائی دے

تاباںؔ گلی گلی میں بھٹکتا ہے اس لئے
شاید کہیں وہ پھول سا چہرہ دکھائی دے

☆

کس شہر میں یہ جنسِ گراں جائیں
یہ درد، یہ زخموں کی دوکاں لے جائیں
جانے کا ارادہ تو کیا ہے لیکن
حالات خدا جانے کہاں لے جائیں

احساس محبت کو رو رو کے جگاتے ہیں
ہم لوگ چراغ اپنا پانی سے جلاتے ہیں

اس واسطے رکھتا ہوں سینے میں ہر اک غم کو
غم سے مری غزلوں کے چہرے نکھر آتے ہیں

حسّاس طبیعت پر ہوتا ہے اثر غم کا
ٹھہرے ہوئے پانی میں سائے نظر آتے ہیں

کیا شے ہے خدا جانے یہ حسن کے جلوے بھی
محسوس بھی ہوتے ہیں، چھو بھی نہیں پاتے ہیں

دنیا سے نہ مل تاباںؔ افسردہ طبیعت سے
ٹوٹے ہوئے آئینے دیکھے نہیں جاتے ہیں

وہ تصور میں آتے رہے، دیر تک
ہم غزل گنگناتے رہے، دیر تک

ایک ہی ساتھ روشن ہوئے تھے مگر
کچھ دیئے جھلملاتے رہے، دیر تک

جانے کب کے چلے بھی گئے وہ مگر
راستے جگمگاتے رہے، دیر تک

پڑھ نہ لیں شہر کے لوگ چہرے کا غم
اس لئے مسکراتے رہے، دیر تک

چند احباب تاباںؔ جہاں مل گئے
اپنی اپنی سناتے رہے، دیر تک

جانے کیوں ایسا لگتا ہے
دل ڈوبا ڈوبا لگتا ہے

سڑکوں سڑکوں بھیڑ ہے لیکن
ہر کوئی تنہا لگتا ہے

پہلا سفر یاد آجاتا ہے
جب بھی کوئی کانٹا لگتا ہے

اپنی بیتی عمر کا حصّہ
نیند کا اک جھونکا لگتا ہے

جیون کا سمّان نہیں ہے
قبروں پر میلہ لگتا ہے

ایسا دور ہے تاباںؔ جس میں
سورج بھی کالا لگتا ہے

جو طے نہیں ہے وہی طے شدہ لگے ہے مجھے
یہ زندگی تو کوئی حادثہ لگے ہے مجھے

کسی کی زلف پریشان سے چاک داماں تک
غرض جنوں کا وہی سلسلہ' لگے ہے مجھے

وہ شخص جس نے ہزاروں ستم کیے ایجاد
کہیں سے وہ بھی ستایا ہوا لگے ہے مجھے

مرا ہی عکس دکھاتا ہے رُو برُو مجھ کو
یہ آدمی تو کوئی آئینہ لگے ہے مجھے

مجھے بڑی سے بڑی آفتیں قبول مگر
گھڑی گھڑی کا تماشا برا لگے ہے مجھے

تری پہاڑ سی عظمت کو دیکھ کر تاباںؔ
مرا وجود بھی اک نقش پا لگے ہے مجھے

پیش لفظ

اردو ہندوستان کی زبانوں میں اپنے لب ولہجہ کی تونگری اور شیرینی کے باعث ہر دل عزیز اور مقبول عام ہے۔ اس زبان کی اپنی ایک تہذیب اور اپنی ایک عظیم الشان روایت ہے۔

ہندوستان کی دیگر زبانوں کی طرح مرکزی اور ریاستی حکومتیں اردو کی ترقّی و ترویج کے لئے بھی کوشاں ہیں اور اپنے اپنے دائرہ کار اور وسائل کے مطابق عمل کر رہی ہیں۔ اس زبان کی ہمہ گیر ترقی کے لئے اردو اکادمیاں قائم کی گئی ہیں۔ مدھیہ پردیش بھی ان ریاستوں میں شامل ہے جہاں باقاعدہ اردو اکادمی برسرِ عمل ہے۔

اردو زباں و ادب کی ہمہ جہتی ترقی کے علاوہ مدھیہ پردیش اردو اکادیمی کے مقاصد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس صوبے کے ادیبوں، شاعروں ناقدوں اور دیگر مصنفوں کی دو طرح معاونت کرتی ہے۔ اوّل یہ کہ وہ ادیب جو اپنی تصانیف کی خود اشاعت کرنا چاہتے ہیں انھیں اکادمی معقول مالی تعاون دیتی ہے، دوسرے یہ کہ اکادیمی کتابوں کی اشاعت کا خود بھی منصوبہ رکھتی ہے۔ ان دونوں امور کا فیصلہ ماہرین پر مشتمل کمیٹی کی رائے کے مطابق کیا جاتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ماہرین کی کمیٹی نے زیرِ نظر کتاب کی اشاعت کے لئے مالی تعاون فراہم کرنا منظور کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ شاعر/ادیب کی اس کاوش کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

نصرت مہدی

سکریٹری

مدھیہ پردیش اردو اکادیمی بھوپال

ہم نے اپنی نظر جھکالی ہے
جائیے اب تو راہ خالی ہے

وقت پر موت بھی نہیں آتی
زندگی کی ادا نرالی ہے

تھی کہاں رسم جان دینے کی
ہم نے یہ داغ بیل ڈالی ہے

وہ ہمیشہ نیا لگا مجھ کو
جب بھی اس پر نگاہ ڈالی ہے

اس میں ہیرے کی کان نکلی ہے
جو زمین ہم نے بیچ ڈالی ہے

ان اندھیروں کا ذکر کیا تاباںؔ
آج کل روشنی بھی کالی ہے

رنگ دنیا، مری نگاہ میں ہے
کیا کہوں کیا، مری نگاہ میں ہے

جس کو سورج نے بھی نہیں دیکھا
وہ سویرا، مری نگاہ میں ہے

بات یہ دیکھئے کہاں پہنچے
اک شناسا، مری نگاہ میں ہے

کیسے لوٹا گیا چمن میرا
سب تماشا، مری نگاہ میں ہے

آئینہ مجھ کو کیا دکھائے گا
عکس میرا، مری نگاہ میں ہے

اس کے آنے کو کیا کہوں تاباںؔ
اس کا جانا، مری نگاہ میں ہے

دیا وفا کا جلانا ہے ، دیکھئے کیا ہو
خلاف سارا زمانہ ہے ، دیکھئے کیا ہو

فریب کھا کے بھی کہنا ہے با وفا انکو
وقارِ عشق بڑھانا ہے ، دیکھئے کیا ہو

بہار بیچنے نکلے ہیں خود چمن والے
خزاں تو صرف بہانا ہے ، دیکھئے کیا ہو

یہ جبر دیکھئے جس کے خلوص پر شک ہے
اسی کو راز بتانا ہے ، دیکھئے کیا ہو

ہمارے پاس ہیں خوابوں کے آئینے تاباںؔ
یہ پتھروں کا زمانہ ہے ، دیکھئے کیا ہو

ٹھنڈی ٹھنڈی تیز ہوا ہے
آج کہیں پانی برسا ہے

جب بھی کوئی پتّہ ٹوٹا ہے
میں نے سوچا جیون کیا ہے

اشکوں سے میری آنکھوں کا
برسوں برسوں کا رشتہ ہے

دل میں کسی کی یاد کے صدقے
ویرانے میں شہر بسا ہے

انساں ہے آوارۂ منزل
منزل خواہش کا سایا ہے

پھوٹ پڑیں آکاش سے کرنیں
جانے تاباںؔ کون ہنسا ہے

مضطرب ذہن میں افکار ہیں آخر کتنے
کوئی منزل نہیں چلتے ہیں مسافر کتنے

مڑ کر دیکھا تو بہت دور نکل آئے تھے
سست رفتار تھے لمحات بظاہر کتنے

ان چمکتے ہوئے ناموں پہ لباسوں پہ نہ جا
بند ہیں شیشوں کے محلوں میں مقابر کتنے

عقل ، دل ، لمس ، نظر ، شوق ، تخیّل ، وجدان
ایک تصویر بناتے ہیں مصوّر کتنے

ایک ویران شجر کی طرح تنہا مجھ کو
چھوڑ کر اڑ گئے ہر شاخ سے طائر کتنے

اپنی تخیّل پہ نازاں تھے مگر اے تاباںؔ
جب وہ گذرے تو کھڑے رہ گئے شاعر کتنے

سر سے پا تک لگے ہے تو، خوشبو
تیری صورت ہے ہو بہو، خوشبو

لٹ گئی جب تو کیا بچا اس میں
گل کی ہوتی ہے آبرو، خوشبو

دیکھ سکتا نہیں کوئی پھر بھی
بات کرتی ہے رُو برُو، خوشبو

رات میں تجھ کو ڈر نہیں لگتا
کیوں اکیلی پھرے ہے تو، خوشبو

ورقِ گل پر نماز پڑھنے کو
ہو کے آئی ہے باوضو، خوشبو

کوئی سمجھائے یہ ہمیں تاباںؔ
کیوں بھٹکتی ہے چار سو، خوشبو

ملتی ہے کیسی جرم و سزا، ہم سے پوچھئے
کہتے ہیں کس کو قہرِ خدا، ہم سے پوچھئے

تھم جائے گی زمین تو گر جائیں گے مکان
ٹھہرا نہیں ہے، ٹھہرا ہوا، ہم سے پوچھئے

لکھا ہے کیا کتابوں میں یہ آپ جانئے
ہوتی ہے کیا خلوص و وفا، ہم سے پوچھئے

کوئی اگر سنے تو کلیجہ نکل پڑے
مجبور آدمی کی صدا، ہم سے پوچھئے

اک خواب ٹوٹ جائے تو سو خواب دیکھئے
پھر خواب دیکھنے کا مزا، ہم سے پوچھئے

تاباںؔ نئے چراغ جلاتے ہو مگر
کس رخ پہ بہ رہی ہے ہوا، ہم سے پوچھئے

کہیں خوشی ہے کہیں غم ہے کیا کیا جائے
یہی نظامِ عالم ہے کیا کیا جائے

شبِ فراق ، بجھا دل ، جھکی ہوئی نظریں
اداسیوں کا یہ عالم ہے کیا کیا جائے

وفا پرست، کوئی بے وفا سہی لیکن
مزاجِ شعلہ و شبنم ہے کیا کیا جائے

غموں کی دھوپ سے، ہر اک خوشی پگھلتی ہے
حیات موم کی مریم ہے کیا کیا جائے

کسی کی آنکھ کے آنسو نظر نہیں آتے
اندھیری رات کا عالم ہے کیا کیا جائے

وہ پھر ملیں گے کسی موڑ پر مجھے تاباںؔ
مگر یہ آس بہت کم ہے کیا کیا جائے

نئے ثبوت، پرانی دلیل پر رکھدو
بجھے چراغ بھی ٹوٹی فصیل پر رکھدو

تم اپنی اپنی خبر گیریاں کرو لوگو
وحی کا بوجھ پرِ جبرئیل پر رکھدو

وطن کی یاد، جدائی، صعوبت منزل
تمام بوجھ کو ابن السبیل پر رکھدو

بڑھے چلو کہ سویرا دکھائی دیتا ہے
تھکان اپنی ہر اک سنگ میل پر رکھدو

اب اس کے بعد میں کیا ہوگا کسطرح ہوگا
تمام فیصلے ربِّ جلیل پر رکھدو

ظالم بھی نہیں ، کوئی ستمگر بھی نہیں ہے
گھر پھونکنا امکان سے باہر بھی نہیں ہے

بگڑے ہیں، بگڑتے ہی چلے جائینگے حالات
اس دور کی قسمت میں پیمبر بھی نہیں ہے

ایسا نہیں جو کوئی مرا درد سمجھ لے
اس شہر میں ، اس شہر سے باہر بھی نہیں ہے

آنگن میں یہ پتھراؤ ہوا ہے، تو کہاں سے
ہاتھوں میں کسی کے کوئی پتھر بھی نہیں ہے

تاباںؔ مجھے تسلیم ،کہ سب مجھ سے بڑے ہیں
ہاں کوئی مگر میرے برابر بھی نہیں ہے

کسی سے پیار نہیں، صرف پیار جیسا ہے
خزاں کے دور میں، موسم بہار جیسا ہے

ضرور قافلہ کوئی یہاں سے گذرا ہے
تمام راہ میں گرد و غبار جیسا ہے

تمہارے پیار کا جادو ابھی نہیں ٹوٹا
نہ جانے کس لئے اک اعتبار جیسا ہے

پڑی ہے سب کو یہاں آبرو بچانے کی
ہر ایک چہرہ یہاں قرض دار جیسا ہے

شناخت کم ہوئی جاتی ہے آدمیت کی
ہر اک ذہن پہ گردوغبار جیسا ہے

یہ وقت وہ ہے کہ اپنے دیار میں تاباںؔ
ہر اک شخص غریب الدیار جیسا ہے

معنی و لفظ کی دوکان کہاں ؟
اور احساس کی زبان کہاں ؟

آپ اور میرے گھر ، معاذاللہ
اس زمیں پر یہ آسمان کہاں ؟

میں برابر تلاش کرتا ہوں
ہیں زبانوں میں بے زبان کہاں ؟

ناؤ طوفان پار کر جاتی
ہائے ٹوٹے ہیں بادباں کہاں ؟

اب خوشی بھی خوشی نہیں دیتی
آگئی عمر کی ڈھلان کہاں ؟

جو سراپا خلوص تھے تاباںؔ
آج کل ایسے مہربان کہاں ؟

کتنا سناٹا ہے تنہائی ہے کچھ بات کرو
دھوپ آنگن میں اتر آئی ہے کچھ بات کرو

تم پڑوسی ہو مگر مجھ سے خفا لگتے ہو
تم سے برسوں کی شناشائی ہے کچھ بات کرو

بات کرتے ہوئے کٹ جاتے ہیں لمبے رستے
یہ بھی اک حوصلہ افضائی ہے کچھ بات کرو

خامشی ہے کہ فضاؤں میں گھلی جاتی ہے
آج تنہائی سی تنہائی ہے کچھ بات کرو

ان کے جاتے ہی ذرا دیر میں مجھ سے تاباںؔ
یاد کہتی ہوئی یہ آئی ہے کچھ بات کرو

نہ کوئی بات نہ کوئی سوال رکھیں گے
ہم اب کی بار تمہارا خیال رکھیں گے

ہوائے دہر نہ چھو پائے گی ترا دامن
کچھ اس ادا سے ترا غم سنبھال رکھیں گے

میں اس زمین سے ایسے جواں اٹھاؤں گا
جو دیوتاؤں سا جاہ و جلال رکھیں گے

انھیں کی آنکھ سویرے کو دیکھ پائے گی
جو دل میں جذبۂ حضرت بلالؓ رکھیں گے

وہ ہاتھ جن میں ہیں پتّھر انھیں شجر دیدو
وہی پھلوں کی بڑی دیکھ بھال رکھیں گے

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

ہمارے آتے ہی محفل سے چل دئے سب لوگ
یہ کیا خبر تھی کہ اتنا ملال رکھیں گے

نظر اُٹھے تو کریں بھی سوال ہم اُن سے
نظر جھکی ہو تو کیسے سوال رکھیں گے

اُنھیں نے سارے چمن کو اجاڑ ڈالا ہے
جو کہہ رہے تھے بڑی دیکھ بھال رکھیں گے

دکھوں کا بوجھ اگر سر پہ آ گیا تاباںؔ
دکھوں کو بانٹنے والے بھی پال رکھیں گے

☆

قابلیت یا شہرت ، دولت
کچھ بھی میرے پاس نہیں ہے
ہاں اتنا ہے میری غزل میں
مانگا ہوا احساس نہیں ہے

کسی کے ساتھ ہوا یوں بھی طے سفر میرا
سفر میں جیسے نہ ہو کوئی ہمسفر میرا

وہ خوشنما بھی نہیں ہے مگر نہ جانے کیوں
بھرا بھرا سا لگے ہے اداس گھر میرا

ذرا سی دیر تو بے چینیاں رہیں مجھ کو
ترے بغیر بھی دن کٹ گیا مگر میرا

کسی کے نام سے منسوب ہے مری ہستی
کسی کی یاد تعارف ہے مختصر میرا

مجھے چڑھے ہوئے دریا سے ڈر نہیں لگتا
دل اور بڑھتا ہے موجوں کو دیکھکر میرا

میں جب بھی چھوڑنے لگتا ہوں اپنا گھر تاباںؔ
مجھے ہی دیکھتا رہتا ہے بام و در میرا

منزلیں نہیں چلتیں ، فاصلہ نہیں چلتا
راہ گیر چلتے ہیں راستہ نہیں چلتا

طاقتوں کے گھیرے ہیں ، ہمتوں کی اک حد ہے
کوئی وقت کے آگے حوصلہ نہیں چلتا

اک اداس ہوتے ہیں سب اداس ہو تے ہیں
اور اس اداسی کا کچھ پتہ نہیں چلتا

جو بھی ہے پہنچتا ہے ڈوب کر کناروں تک
عشق کے سمندر میں تیرنا نہیں چلتا

خود بخود گلستاں میں ہر کلی سنورتی ہے
اس نگار خانے میں آئینہ نہیں چلتا

صرف راہ بر تاباںؔ راستہ دکھاتا ہے
شوق لے کے چلتا ہے، رہنما نہیں چلتا

دل اتنا ویران نہ دیتے
ٹوٹا ہوا سامان نہ دیتے

حسن کے جلوے عام تو. کرتے
جلووٗں کی پہچان نہ دیتے

خوشبو رنگ اگر نہ ہوتا
غنچے اپنی جان نہ دیتے

اردو مٹ جاتی دلّی سے
کاش ولؔی دیوان نہ دیتے

ناوٗ کی خاطر موجیں دیتے
موجوں کو طوفان نہ دیتے

چین سے تاباؔں رہتی دنیا
دل میں اگر ارمان نہ دیتے

مجھ کو اب زندگی سے کیا لینا
ڈوبتی چاندنی سے کیا لینا

بھولے بھٹکے ہوئے نکل آئے
ورنہ اب اس گلی سے کیا لینا

کوئی مدہوش ہو کوئی پیاسا
ایسی دریا دلی سے کیا لینا

میں سراپا ہوں پیکر تسلیم
دوستی دشمنی سے کیا لینا

سب کو اپنی خوشی سے ہے مطلب
دوسروں کی خوشی سے کیا لینا

روشنی کو جہاں ترس جائیں
ایسی بارہ دری سے کیا لینا

''احساس کی لکیریں'' بغیر کسی تمہید وتبصرہ کے پیش کی جارہی ہے تا کہ ہر طبقہء خیال کا قاری میری شاعری کے متعلق اپنی آزادانہ رائے قائم کر سکے۔

شاعری دل کا معاملہ ہے اور دنیا میں سینکڑوں دل ہیں جن میں اَن گنت جذبات ہیں پس کوئی ایک کلیہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔

تاباںؔ

من دن بھر گم سم رہتا ہے
رات گئے دریا بہتا ہے

کیوں پھرتے ہو پیچھے پیچھے
ہر سادھو تنہا رہتا ہے

اب تو یہ بھی یاد نہیں ہے
خواب کہاں جا کے ٹوٹا ہے

سوچ رہا ہوں ان کانٹوں سے
درد ہوا تو کیوں ہوتا ہے

یوں نہ بھگاؤ دیوانے کو
چپ بیٹھا ہے کیا لیتا ہے

ہجر کی رُت ہے ایسی جس میں
رات بڑی اور دن چھوٹا ہے

کیا جانے کیا بات ہے تاباںؔ
سائے جیسا چپ رہتا ہے

☆

بے دین نے ایمان کی دولت بخشی
نفرت نے زمانے کو محبت بخشی
احسان یہ کیا کم ہے بروں کا تاباںؔ
اچھوں کی تمیز آئی شرافت بخشی

ہر جوان چہرے کو دل کشی نہیں ملتی
سب کو عمر ملتی زندگی نہیں ملتی

با کمال بننے تک ٹھوکریں ضروری ہیں
جس کا نام شہرت ہے مفت کی نہیں ملتی

تیرگی کے عالم میں دل جلائے جاتے ہیں
راہ کے چراغوں سے روشنی نہیں ملتی

یہ بتاؤ کیسے ہو اب نباہ کی صورت
آپ سے مری عادت ایک بھی نہیں ملتی

لوگ آجکل تاباںؔ صرف لب ہلاتے ہیں
دل جو گدگدا جائے وہ ہنسی نہیں ملتی

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

جب سے کہنے لگے ہم غزل
بڑھ گیا درد کا چھیتر پھل

گیان وگیان کی بات کیا
اِن اندھیروں سے باہر نکل

دشمنی ، اریشا ، لالسا
بوجھ ہیں بوجھ لیکر نہ چل

شہر میں حادثے ہیں بہت
آدمی کی طرح چال چل

ہے حقیقت تو آ سامنے
روشنی ہے تو باہر نکل

دیکھ تاباںؔ خدا کے لئے
ہر گھڑی راستہ نہ بدل

شباب اور پھر گرمیوں کا مہینہ
گلابی بدن ہے پسینہ، پسینہ

لڑکپن سے یوں آرہی ہے جوانی
کوئی جیسے رُک رُک کے چڑھتا ہو زینہ

بہت خوش ہوں ان سے ملاقات کر کے
کہ جیسے کوئی مل گیا ہو خزینہ

بھروسہ بھی کیا ہے کسی زندگی کا
نہ جانے کہاں ڈوب جائے سفینہ

تبسّم ہو تاباںؔ کہ گفتار ان کی
بہت با سلیقہ بہت با قرینہ

ہیں مستیاں نثار غزل کہ رہا ہوں میں
آنکھوں میں ہے خمار غزل کہہ رہا ہوں میں

دریائے انبساط میں شائستگی سے گر
اے غم کے آبشار ، غزل کہہ رہا ہوں میں

پنہاں ہو جس میں سینکڑوں صدیوں کی دھڑکنیں
اک ایسی یادگار غزل کہہ رہا ہوں میں

رنگین ہے تمام فضائے تصوّرات
جیسے افق کے پار غزل کہہ رہا ہوں میں

تاباںؔ اک ایک نخلِ تمنائے زیست کے
سائے ہیں بے شمار غزل کہہ رہا ہوں میں

زندگی اب نہیں، زندگی کی طرح
میری آواز ہے، خامشی کی طرح

اس کا عاشق ہوں میں اسکا شیدا ہوں میں
جس کا سایہ بھی ہے روشنی کی طرح

اس مسیحا کو میں کس سے تشبیہ دوں
جس کی صورت نہیں ہے، کسی کی طرح

تیرا غم ، تیری الفت ، تری آرزو
سب میرے ساتھ ہیں ، زندگی کی طرح

جانے کیا بات ہے روز پچھلے پہر
ڈوب جاتا ہے دل ، چاندنی کی طرح

میں بہت دور ان سے ہوں تاباںؔ مگر
ایک اک پل لگے ہے صدی کی طرح

اہل دل چپ ہو گئے ، اہل زباں چپ ہو گئے
سن کے افسانہ مرا افسانہ خواں چپ ہوگئے

اک سناٹا سا سناٹا ہے اور کچھ بھی نہیں
ہم ہوئے خاموش یا دونوں جہاں چپ ہوگئے

داستانِ غم پہ کوئی دل دھڑکتا بھی نہیں
آج یہ کیا بات ہے سب ہم زباں، چپ ہوگئے

ہم پہ کیا گزری شب فرقت بتائے گا یہ کون
آپ تو سن کر ہماری داستاں، چپ ہوگئے

اب نہ بھونرے ہیں نہ کوئل کی صدائے دل نواز
فصل گل جاتے ہی سارے گلستاں چپ ہوگئے

شب کی تنہائی میں تاباںؔ جانے کیا آیا خیال
ہم انہیں آواز دے کر ناگہاں ، چپ ہوگئے

تار تار کر ڈالا زندگی کا پیراہن
تھا جنوں کے ہاتھوں میں آگہی کا پیراہن

دور تک فضاؤں میں رنگ پھیل جاتے ہیں
دوش سے ڈھلکتا ہے جب کسی کا پیراہن

ذہن میں خدا جانے کس کا یہ خیال آیا
اور جگمگا اٹھا روشنی کا پیراہن

گردنوں میں شاخوں کی ڈال کر حسیں بانہیں
چومتی رہیں کرنیں ہر کلی کا پیراہن

کچھ نہ کچھ سرور آخر دل کو مل ہی جاتا ہے
جب نچوڑ لیتا ہوں ، تشنگی کا پیراہن

جانے کون روتا ہے پچھلی رات کو تاباںؔ
بھیگ بھیگ جاتا ہے تیرگی کا پیراہن

یہی سب سے بڑی ہے بدنصیبی
مسلسل گفتگو کرتی ہے دنیا

طبیعت سے تری چاہت کی باتیں
ہمارے رُو برُو کرتی ہے دنیا

بُرے سب لوگ ہیں تو کس لئے پھر
بھلوں کی جستجو کرتی ہے دنیا

کہاں سنجیدگی آئی ہے اس میں
ابھی تو ہاؤ ہؤ کرتی ہے دنیا

بڑا ہم سے نہیں دنیا میں کوئی
یہی اک گفتگو کرتی ہے دنیا

نہ اپنا حالِ دل کہنا کسی سے
بڑا بے آبرو کرتی ہے دنیا

بھولا ہوا سا عہد وفا یاد آگیا
ان سے ملے تو اپنا پتہ یاد آگیا

ترکِ تعلقات کی آسانیوں کے بعد
وہ مشکلیں پڑیں کہ خدا یاد آگیا

پہنچے جو تیرے شہر میں ہم مدتوں کے بعد
وہ غم جو ہم کو یاد نہ تھا یاد آگیا

اتنا تو یاد ہے کہ جدا ہو رہے تھے ہم
پھر یاد بھی نہیں ہے کہ کیا یاد آگیا

لب تھرتھرائے ، آنکھ بھر آئی، ہوئے اداس
اک بے وفا کا عہد وفا، یاد آگیا

تاباںؔ وہ اک گذرا ہوا واقعہ سہی
پہروں رُلا گیا جو ذرا یاد آگیا

بے حس کے لئے دولتِ احساسِ الم کیا
تصویر کو ناکامیٔ تقدیر کا غم کیا

مشکل ہے کہ ٹھہرے کسی مرکز پہ تصوّر
بہتے ہوئے پانی پہ نشانات قدم کیا

عکس رخِ جاناں نظر آتا نہ ہو جس میں
اے ذوقِ طلب ایسا بھی آئینۂ غم کیا

آہوں کی ہوا بھی نہیں گلزارِ طرب میں
مہکیں گے شبِ ہجر میں گیسوئے الم کیا

آزردۂ آلامِ فنا رنگ ہے تاباںؔ
دنیائے تبسم کو تری موت کا غم ہے

یہ شباب ، یہ ہوس
اور ایک دو برس

میکدے پہ اے گھٹا
جھوم جھوم کر برس

تابِ دید اب نہیں
اے نگاہِ یار بس

جاگتی ہیں حسرتیں !
سو گیا درِ قفس

تشنگی میں لطف ہے
بوند بوند کو ترس

جام ہے کہ گفتگو
بول ہیں کہ سوم رس

ہجوم ماہ و شاں ہے ، ذرا سنبھل کے چلو
نظر نظر نگراں ہے ، ذرا سنبھل کے چلو

خرد کی حد میں کہاں آگئے ہو دیوانو
یہاں گماں ہی گماں ہے ، ذرا سنبھل کے چلو

کوئی چراغ نہیں دل کی روشنی کے سوا
ہر اک چراغ دھواں ہے ، ذرا سنبھل کے چلو

نہ رات ہے نہ یہ دن ہے ، نہ شام ہے نہ سحر
بڑا عجیب سماں ہے ، ذرا سنبھل کے چلو

غمِ حیات ، غمِ دو جہاں، غمِ جاناں
سروں پہ بارِ گراں ہے ، ذرا سنبھل کے چلو

کوئی رفیقِ سفر راہ میں نہیں تاباںؔ
ہجومِ راہبراں ہے ، ذرا سنبھل کے چلو

عشق ،محبت ، حسن ، جوانی
رمتا جوگی ، بہتا پانی

اسکی محبت ، اسکی . جوانی
کورے گھڑے کا ٹھنڈا پانی

مدّت میں پیغام ملا ہے
وہ بھی کسی دشمن کی زبانی

دانائی کی بات بتاؤں!
کرتے رہئے کچھ نادانی

ان آنکھوں کا حال نہ پوچھو
جتنی بھولی اتنی سیانی

غیروں کی کیا مانے تاباںؔ
اس نے اپنی بات نہ مانی

محبت میں الزام کیا دیکھتا ہے
یہ آغاز و انجام ، کیا دیکھتا ہے

یہاں رہگذر کے سوا کچھ نہیں
یہ مڑ مڑ کے ہر گام ، کیا دیکھتا ہے

ابھی تو بہت دور چلنا ہے تجھ کو
گھڑی بھر کا آرام، کیا دیکھتا ہے

شِکم کی اسیری سے آزاد ہو جا
یہ دانہ تہِ دام ، کیا دیکھتا ہے

ادب ساقیا کا کہاں تک کرے گا
اٹھا لے کوئی جام ، کیا دیکھتا ہے

جہاں میں بڑی چیز ہے دل کی مستی
چھلکتا ہوا جام ، کیا دیکھتا ہے

تصوّر میں تاباںؔ یہ کھو یا ہوا سا
افق پر سرِ شام، کیا دیکھتا ہے

☆

یہ گرہ بے سمجھ کھلنے والی نہیں
زندگی کوئی خالی پیالی نہیں
ایک اک چیز میں نظم و ترتیب ہے
کوئی شے اپنے مقصد سے خالی نہیں

آہٹ سی کوئی آئے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو
زنجیر کھنک جائے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

نازک سی کسی شاخ سے ٹوٹا ہوا اک پھول
آغوش میں گر جائے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

کچھ دور فضاؤں میں سرِ شام ندی پر
آنچل کوئی لہرائے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

پازیب کی جھنکار کہیں راہ گذر میں
کچھ رات گئے آئے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

اک پھول کا رس چوس کے اڑتی ہوئی تتلی
دھیرے سے نکل جائے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

تفریح کو جاتے ہوئے باغوں میں سویرے
پتہ کوئی ہل جائے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

کوئی جو گئی رات کو بھرپور نشے میں
روتے ہوئے سمجھائے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

تاباںؔ کہیں مدھم سی چراغوں کی ضیا میں
سایا کوئی لہرائے ، تو لگتا ہے کہ تم ہو

☆

جو سب کے ظاہری اعمال پہ کرتے ہیں تنقیدیں
وہ مذہب میں نہاں اسرارِ مذہب کب سمجھتے ہیں
یہ ہیں آواز لوٹاتے ہوئے مسجد کے وہ گنبد
جو نہ معنی سمجھتے ہیں نہ جو مطلب سمجھتے ہیں

میری زندگی کی دھوپ چھاؤں

نہال تاباںؔ

وہ میری ابتدائی طالب علمی کا زمانہ تھا جب اقبالؔ اور اکبرؔ الہ آبادی کی شاعری کی طوطی بول رہی تھی۔ ۱۹۳۹ء کی دوسری عالمی جنگ میرے زمانے میں شروع اور ختم بھی ہوئی میں اس وقت میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔ کچھ بڑا ہوا تو ۱۹۴۲ء کے دور سے بھی گذرا جب "انگریزوں بھارت چھوڑو" کا نعرہ وطن کے کونے کونے میں گونج رہا تھا۔ مجھے اُسی زمانے میں اکبرؔ کے طنزیہ اشعار اپنے دوستوں کو سنانے میں بڑا مزہ آتا تھا۔ حسرتؔ اور جگرؔ کی غزلیں بھی کبھی کبھی پڑھا کرتا تھا۔ ویسے تو میں یوپی میں پیدا ہوا لیکن چوتھی جماعت سے سوائی مہیندر ہائی اسکول ٹیکم گڑھ میں آگیا۔ شاعری کا ذوق میرے بڑے بھائی کمال الدین قمرؔ اور فارسی کے استاد مولوی منظرؔ امروہوی سے ملا۔ مولوی صاحب نے مجھے جوشؔ ملیح آبادی کے کچھ دیوان پڑھنے کو دئے اُن کے پڑھنے سے دل میں شاعری کا جذبہ جاگا اور سب سے پہلے طبیعت نظم کی طرف مائل ہوئی۔ مہاراجہ ویر سنگھ دیو، کے.سی.آئی.ای. بڑے شاعر پرست آدمی تھے وہ اُس زمانے میں "دیو پرشکار" دیتے تھے جو ہندوستان کے بڑے ادیبوں و شاعروں کو دیا جاتا تھا۔ کچھ شاعر اُن کے یہاں درباری کوی تھے جو ہولی اور دیوالی یا دسہرہ میں بلائے جاتے تھے اُن کو اور چھانزیش

خوشی کے ساتھ مجھے غم کہاں کہاں نہ ملے
گلوں پہ قطرۂ شبنم کہاں کہاں نہ ملے

نفس میں ، دردِ جگر میں، نگاہ میں ، دل میں
غمِ حیات کے پرچم کہاں کہاں نہ ملے

شگفتگیٔ دلِ ناتواں کے صدقے میں
جگر کو حوصلۂ غم ، کہاں کہاں نہ ملے

فرازِ دار پہ کچھ روشنی ملی ورنہ
چراغ زیست کے مدّھم، کہاں کہاں نہ ملے

جہاں میں کوئی بھی انساں نہ مل سکا تاباںؔ
ہزار صورتِ آدم ، کہاں کہاں نہ ملے

بھیگی ہوئی ہے رات تو آ تا نہیں کوئی
ایسی رتوں میں آگ لگاتا نہیں کوئی

اپنی بہار ، اپنی ادا ، اپنی دلکشی
آئینہ سامنے سے ہٹاتا نہیں کوئی

جس دن سے ان کو دیکھ لیا ہے قریب سے
اُس دن سے دور تک نظر آتا نہیں کوئی

بیداریوں نے چھین لئے زندگی کے خواب
قصّے کہانیاں بھی سناتا نہیں کوئی

تاباںؔ اب اپنے گھر میں سوا اپنے کچھ نہیں
کیا وقت ہو گیا یہ بتاتا نہیں کوئی

یہ جو پھولوں میں اک اداسی ہے
میرے اشکوں کی آب پاشی ہے

شہر میں ڈھونڈتے ہو کیوں اسکو
وہ تو اب جنگلوں کا باسی ہے

جب سے فیشن پرستیاں آئیں
بے لباسی سی بے لباسی ہے

جو بجھاتی ہے پیاس دنیا کی
وہ ندی ہے مگر پیاسی ہے

جس کو سب لوگ پیار کہتے ہیں
دل کے مندر کی دیو داسی ہے

جانے کیا بات ہو گئی تاباںؔ
آج گھر میں بڑی اداسی ہے

اک آگ سی امّید کے دامن میں لگی ہے
ہر شاخِ تصوّر مرے ہاتھوں سے جلی ہے

دنیا کی کوئی شے نہ بری ہے نہ بھلی ہے
معیار بدلتے ہی مگر بات وہی ہے

جس دن سے ہوا ترک تعلق اسی دن سے
مجھکو تری سنسان گلی ڈھونڈھ رہی ہے

آجاؤ کہ اب تک مری مایوس نگاہی
راہوں میں امیدوں کے دیئے لیکے کھڑی ہے

شہرت کی تمنا بھی بڑی چیز ہے لیکن
یہ روشنی ایسی ہے جو سائے میں کھڑی ہے

زلفوں کی طرف دیکھنا پڑتا ہے کریں کیا
دنیا کی کڑی دھوپ میں اک چھاؤں یہی ہے

وہ جو اک شخص کم سخن سا لگے
ذات میں اپنی انجمن سا لگے

یہ بھی دن آگئے اسیری میں
اب تو غنچہ بھی اک چمن سا لگے

وہ مسافر بھلا کہاں جائے
جو وطن میں بھی بے وطن سا لگے

اُس نزاکت کو حسن کہتے ہیں
جس کا احساس گلبدن سا لگے

ہائے کیا وقت آگیا تاباںؔ
جو جنازہ ہے بے کفن سا لگے

بزم میں ہوتی ہے عیاری بہت
شاعری کم اور اداکاری بہت

ایک اک فقرہ ہے اس کا لکھنؤی
اس کو آتی ہے طرحداری بہت

شہر ہو یا گاؤں گھر گھر عشق کی
اِن دنوں پھیلی ہے بیماری بہت

ہم نے مانا وہ برا ہے آدمی
اس کو آتی ہے مگر یاری بہت

وہ کسی کو منھ لگاتا ہی نہیں
آدمی لگتا ہے سرکاری بہت

جانے کیا رشتہ ہے تاباںؔ آپ سے
اسکی کرتے ہو طرفداری بہت

جب وہ تاباںؔ کے پاس رہتے ہیں
کتنے چہرے اداس رہتے ہیں

آبرو بڑھ گئی ہے جینے کی
تیرے غم جب سے پاس رہتے ہیں

جیسے شیشے میں ہو شراب کا رنگ
یوں بھی سادہ لباس رہتے ہیں

ترکِ الفت کے بعد سنتے ہیں
وہ بھی پہروں اداس رہتے ہیں

ان کی آنکھیں کبھی نہیں روتیں
جو مسلسل اداس رہتے ہیں

ان سے تاباںؔ میں دور ہوں کتنا
جو مرے آس پاس رہتے ہیں

جا کے خلوت میں وہ آنکھ تر ہو گئی
اب جو حالت اِدھر تھی اُدھر ہوگئی

اس زمانے میں انسان کی زندگی
اک مسافر کا تنہا سفر ہو گئی

اُس جمالِ دو عالم کی کیا بات ہے
چاندنی جس کے دیوار و در ہو گئی

عشق کے راز کوئی سمجھ نہ سکا
جسکو ہونا تھا ، اس کو خبر ہو گئی

جس قدر غم ملے اتنی راہیں کھلیں
ہر تڑپ گرمیِ بال و پرَ ہو گئی

اک تبسّم تمہارا فسانہ بنا
اک کہانی مری چشمِ تر ہو گئی

اب یہ احساس ہو تا ہے تاباںؔ مجھے
شاعری جیسے خونِ جگر ہو گئی

☆

تصنع کی ادا میں کذب ہے قید
محبت میں ریاکاری چھپی ہے
کوئی ان کی شراف پر نہ جائے
ہوس کی اِن میں بیماری چھپی ہے

یادیں

جب میں دنیا سے بہت دور چلا جاؤں گا
تم ہر ایک شے میں کسی شے کی کمی پاؤ گی
میری تصویر کو سینے میں چھپا کر اکثر
اپنے آنگن کے ستاروں سے پتہ پوچھو گی
جا کے ڈھونڈو گی دہکتے ہوئے ویرانوں میں
یا فلک بوس پہاڑوں سے پتہ پوچھو گی
بے ارادہ بھی کسی سمت چلی جاؤ گی
تم ہر ایک شے میں کسی شے کی کمی پاؤ گی

چونک جاؤ گی کبھی نیند کے گہوارے میں
میرا سایہ کبھی آنکھوں سے گذر جائے گا
یاد رنگیں کے سوا جب نہ ملے گا کچھ بھی
کاروانِ دل بیتاب ٹھہر جائے گا
سونے بستر پہ پسینے میں نہا جاؤ گی
تم ہر ایک شے میں کسی شے کی کمی پاؤ گی